سید عطاء المحسن بخاری

شکوہِ عید کا منکر نہیں ہوں میں لیکن........!

جب سے انسان نے تہذیب سے آشنائی پیدا کی ہے اس نے اپنی بڑائی، خوشی اور راحت کو بہت اہمیت دی ہے۔ اور اسی ناطے سے اچھل کود، راگ رنگ، خمر و خنزیر، زنا، جوا، شراب اور مقابلہ بازی کے لئے دن اور تہوار مقرر کر رکھے تھے، عرب اپنے معاشرتی دائرے میں کسی قوم سے پیچھے نہ تھے، ان میں بھی ایک کلچر تھا، جو روم، مصر، ایران، اور یونان میں ہوتا تھا، مکہ کے قریش یا مدینہ کے یہود، دونوں ہی تہذیب آشنا تھے اور قرآن کریم نے ان کی اسی حالت کو لہو و لعب کہا ہے،

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مدینہ منورہ پہنچے تو یہودِ مدینہ کا تہوار دیکھا، اس کی تفصیلات معلوم کیں تو فوراً ارشاد فرمایا:

"اب اللہ نے تمہارے دو روزہ تفریحی پروگرام کے مقابلہ میں دو بہترین دن عطاء فرمائے ہیں۔"

جو سابقہ عیدوں کا نعم البدل ہیں، جن کی ابتداء نماز جیسی عبادت سے ہوتی ہے، جن میں دونوں کے مالک کی بڑائی بیان کی جاتی ہے۔ جن میں غریبوں، محتاجوں، ناداروں اور پسے ہوئے طبقات کو سر بلند کرنا فرض ہے۔ جن میں بچوں اور بوڑھوں کی خوشی کا سب سے زیادہ احساس ضروری ہے۔ جن میں کھانا پینا خوشی منانا اور کھیل بھی شامل ہے۔ لیکن .... عید، خوش خوراکی و خوش پوشاکی اور کھیل کود کا نام ہی تو نہیں بلکہ عید عبارت ہے..........

اجتماعیت و یکجہتی سے
قربانی و ایثار سے
عدل و تقوٰی سے
حق شناسی و خدا خوفی سے
محبت، ادب اور اخلاص سے
مودت اور اُخوت کے پاکیزہ جذبات سے!

ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَن يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنكُمْ

"اللہ کو نہیں پہنچتے ان کے گوشت اور نہ لہو لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارے دلوں کا ادب (خلوص)
(پ ۱۷، سورۃ حج، آیت: ۳۷)

یہ دونوں عیدیں عبادت بھی ہیں اور دینی سماج کی قدروں کی بقا کے دن بھی۔ زندگی میں کتنی جامعیت ہو اگر ہم اسی ایک دن کو حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں گزاریں اور اگر ہم پوری زندگی اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق گزارنا شروع کر دیں تو پاکستان "دارالسلام" بن سکتا ہے۔ یہ حضور علیہ

الصلواۃ والسلام کی حقانیت اور آپ کا معجزہ ہے کہ آپ کے ایک فرمان نے ایک پوری تہذیب بدل ڈالی۔
عید کے دن رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر عید گاہ کی طرف گامزن تھے کہ راہ میں ایک بچہ روتے ہوئے دیکھا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طفلکِ بے آسرا کو پیار کیا اور پوچھا:
کیوں رو رہے ہو؟
عرض کی، سب بچے اپنے اپنے ماں باپ کے ساتھ عید کی مسرتوں، راحتوں اور لذتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ اور میں تنہا اداس ہوں
غم کی اس کھائی میں گرا تو آنسو ابل پڑے۔
رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اٹھایا اور اپنے کندھوں پر بٹھالیا اور پھر فرمایا:
تو میرا بیٹا ہے، میں تیری تنہائی کا مونس، میں تیرا غم خوار ہوں اور تو میرا دلدار ہے۔ کیا آج دولت کی مستی، اقتدار کے نشہ، جاگیرداروں کے غرور، کارخانوں اور ملوں کی چمنیوں کے دھنویں، مشینوں اور ٹریفک کے وحشتوں کے شور میں کوئی ہے.........؟ جو امت رسول کے غریبوں، فقیروں، مسکینوں، یتیموں، ناداروں، بیماروں اور کشمیر، بوسنیا، چیچنیا، الجزائر اور تاجکستان کے مظلوم حریت پسند مسلمانوں اور جلاتی، روتی، سسکتی ہوئی بے آسرا انسانیت کے سر پر محبت کا ہاتھ رکھے، اسے اپنائیت کا کندھا دے، اس کی تنہائی کو پُررونق کرے۔ اس کے خلوت کدۂ دل وجان میں مسرتوں کا نور بکھیرے اور قبر و حشر کی وحشتوں میں کسی کو مونسِ جاں بنائے؟
اے ہم نفسو، ہم سفرو!
امن و آشتی اور محبت کی منزلوں کے راہیو!
حکومت الہیہ کے داعیو!
اس دین حق کا شجر تب گھنی چھاؤں لایا جب عظمت آدم، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان گرامی اور چہرۂ انور کا خون ناحق اصل حق میں جذب ہو گیا۔
دین کی عمارت تب مکمل ہوئی جب مکہ کے تیرہ سال کے دکھ، بدر و احد، احزاب وغطفان اور حنین وتبوک میں پروردگان رسالت کے پوتر گوشت، خون اور عظامِ عرش مقام اس کی بنیادوں میں ڈالے گئے،
اے رہ نوردانِ وادیٔ حق وصداقت!
کبھی نہ بھولنا کہ........ قبولیت و اجابت کا درِ حق اس وقت تک نہیں کھلے گا جب تک حق والے، دین کے متوالے، مجاہدہ وریاضت اور قربانی وایثار کی آزمائش میں پورے نہیں اترتے...... کہ

جہاں ہم ہیں وہاں دار و رسن کی آزمائش ہے

آج وطن عزیز وحشتوں کی زد میں ہے، مقتل گاہ انسانیت کی بدترین مثال ہے۔ عید کے پرمسرت موقع پر ہم اپنے رب کے حضور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی بجائے دین حق سے بغاوت اور یہود و نصاریٰ

کی تہذیب و ثقافت کی بھول بھلیوں اور دلکشیوں میں کھو گئے۔ نتیجتاً مسجدیں ویران، معاشی بدحالی، بدامنی، لوٹ کھسوٹ اور قتل وغارت گری عام۔ مسلمان، مسلمان کی جان کا دشمن، ملک خانہ جنگی کے دہانے پہ، حکمران اور سیاست دان کرپٹ، قومی ادارے تباہ و برباد، رشوت انعام، جھوٹ فیشن اور آرٹ، مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ عوام کے اعتماد سے محروم! آخر ایسا کیوں ہے..........؟

کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم مسلمان من حیث القوم اپنی شناخت کھو چکے ہوں؟

ہم نام کے مسلمان اور عمل میں یہود و نصاریٰ کے تمدن اور تہذیب کے اسیر ہو چکے ہوں؟

اگر واقعی ایسا ہے تو پھر یقین مانیں کہ........ یہ وحشتیں اور کلفتیں اسی دور نخے پن اور منافقت کی سزا ہیں۔

اے کاش! ایسا ہو سکتا کہ........ ہم عید اسی طرح مناتے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منائی۔ ہم عید کی خوشیوں میں دنیا بھر کے معتوب و مظلوم مسلمانوں کو بھی شریک کرتے۔ اپنی دعاؤں، اخلاقی تعاون اور اپنی اجتماعی حمایت سے۔ مگر ہم نے تو انہیں یاد تک نہ کیا۔ کشمیر، بوسنیا، چیچنیا، الجزائر، تاجکستان اور دنیا کے ہر خطے میں کفر کے خلاف جہاد کرنے والے مجاہد مسلمانوں کو "مہا بھارڈو" امریکہ کی تقلید میں بنیاد پرست، دہشت گرد اور انتہا پسند جنونی کہہ کر ان کے زخم زخم جسموں کو کچوکے لگائے۔ حتیٰ کہ ہمارے حکمرانوں نے پاکستان کو انہی مجاہدوں سے خالی کرانے کے لئے کافر ملکوں سے امداد و تعاون طلب کرلیا۔ عید حضور علیہ السلام کے طریقہ پر منانے کی بجائے کفار و مشرکین کے سے انداز اختیار کر کے ایمان، عقائد اور اعمال کا حلیہ بگاڑ دیا۔

یقیناً حالات آج بھی بدل سکتے ہیں۔ ہماری وحدت سے انقلاب بھی آسکتا ہے اور سامراج دنیا بھر میں ذلیل ورسوا بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ہم مسلمان، فکری تہذیبی اور عملی طور پر اپنی شناخت بحال کریں،

سونے والو، جاگو۔ غافلو، چاق وچوبند اور مستعد ہو جاؤ۔ کسی کے انتظار میں بیٹھنے والو، مجاہد بنو حق پہچانو، قربانی وایثار کے پیکر بنو تقویٰ اور خلوص سے پاکستان کو امن، سلامتی اور یکجہتی کا گہوارہ بنادو۔

شکوہِ عید کا منکر نہیں ہوں میں لیکن
قبولِ حق ہیں فقط مردِ حُر کی تکبیریں